پھر اندر کو اُس دن بھاری توہین کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ ایسے ناپاک اور غلیظ خیالات من میں لا کر سنگم ڈراجالے کرنے کو تیار ہو گیا۔ وہ بھگوان کے پاس پہنچا اور بہت دیر تک مٹی کے بادل ان کے اوپر برسائے سب طرف مٹی ہی مٹی ہو گئی یہ حالت ہوئی کہ جیو جنتو سب کے اندر سانس کے ذریعہ اتنی مٹی گئی کہ وہ سانس گھٹنے سے مر گئے۔ بھگوان کا شریر سب مٹی سے بھر گیا لیکن انہوں نے شریر کا خیال پہلے سے ہی چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے ان کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ اور وہ سمیرو پربت کی طرح اچل رہے۔ اور سمندر کی طرح شانت دھیر کھڑے رہے۔ وہ اس پورن آنند میں مگن تھے۔ سچ ہے جب دنیاوی لوگ دُنیا کی معمولی فانی چیزوں کے عارضی سکھ کے لئے اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ اُنہیں کچھ سُدھ بُدھ نہیں رہتی تو پھر جس کو سچا سکھ یعنی آتمک شانتی حاصل ہو گئی ہو۔ یا جو اس کے لئے کوشش کر رہا ہو۔ اس کو اُن دکھوں کے طوفان کا کیا دھیان رہ سکتا ہے اُن کے سامنے تو وہی اپنا لکش ہوتا ہے وہی اپنا آدرش ہوتا ہے۔ بھگوان نے اپنے دُنیاوی عیش و نشاط کو لات ماری تھی۔ اور ایک فقیرانہ زندگی اختیار کی تھی محض اس لئے کہ اس سُرورِ ابدی کو حاصل کیا جائے۔ انہوں نے تمام سختیاں، اذیتیں، صعوبتیں خوشی خوشی برداشت کی تھیں۔ محض اسلئے کہ وہ موکش حاصل کریں جس کا ملنا اتنا کٹھن ہے

جب سنگم نے دیکھا کہ ریت اور مٹی کی آندھیوں نے تو بھگوان پر کوئی اثر نہیں کیا اور وہ ناکام رہیں تو اُسے اور بھی زیادہ طیش آگیا۔ اور اس نے اپنی مایا سے زہریلی چیونٹیاں پیدا کیں جو بھگوان کے جسم کو بڑی بے دردی سے کاٹنے لگیں۔ لیکن وہ بدستور سابق استقلال اور بے خوفی سے کھڑے رہے۔

اس کے بعد سنگم دیوتا نے زہریلے سانپ۔ بچھو اور دوسرے زہریلے جنتو بھگوان پر چھوڑے جو مل کر بھگوان کے جسم کے ایک ایک انگ کو کاٹنے لگے لیکن جس جسم پر چنڈ کوشیا جیسے خونخوار اژدہا کے بے پناہ حملوں نے

کوئی اثر نہ کیا تھا۔ وہ ان چھوٹے موٹے سانپ بچھوؤں کی وجہ سے کیسے اثر پذیر ہو سکتا تھا۔ ان سب وحشیانہ جانوروں نے اپنی تمام طاقت سے دکھ دیا۔ لیکن بھگوان مہاویر نے اپنی شانتی اور دھیرج کو نہ چھوڑا۔ نہ ہی اپنے مخالف کے متعلق کوئی دویش بھاونا بھی من میں پیدا کیا۔ وہ مخالف جو بلا وجہ دشمنی کر کے اتنی بڑی اذیت دے رہا تھا اس طرح سے لگاتار چھ ماہ تک سنگم ایک سے ایک بڑھ کر اذیت دیتا رہا۔ نئی سے نئی آفت ڈھاتا رہا۔ جدید سے جدید ایذا کرتا رہا۔ اور نئے سے نئے ہتھیار استعمال میں لاتا رہا۔ لیکن بھگوان مہاویر نے کسی دکھ یا تکلیف محسوس کرنے کے سکھ محسوس کر رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے کہ ان کے کرموں کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ دوسری طرف سنگم اپنی ساری طاقت ختم کر کے ندامت سے عرق عرق ہو رہا تھا۔ شرم کے مارے اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ ندامت سے جھکا ہوا وہ خیال کرتا تھا کہ کس پہاڑ سے واسطہ پڑا ہے۔ کس چٹان سے مار کھانی پڑی۔ کس آدمی سے مقابلہ ہوا ہے۔

آؤ ذرا اس شیطانی اور روحانی طاقتوں کے بیچ کا مقابلہ کریں۔ بلا وجہ کسی پر ظلم کرنا کسی سے جھگڑا کرنا۔ دوسروں کے دھن اور کامنی کے لینے کیلئے خواہشمند ہونا۔ اچھے لوگوں کی خوشحالی دیکھ کر حسد کرنا یہ شریر النفس اور بد طینت انسانوں کی عادات ہیں۔ ایسے لوگوں کی نگاہ میں شریف اور نیک انسان بدھو ہوتے ہیں۔ پاکدامن انسان انہیں شریر معلوم ہوتے ہیں۔ شجاع اور دلیر آدمی ان کے خیال میں ظالم ہوتے ہیں۔ خاموشی سے وقت گذارنے والوں کو وہ دھوکہ باز سمجھتے ہیں۔ شیریں کلام لوگ انہیں خوشامدی دکھائی دیتے ہیں۔ با حلال آدمیوں کو مغرور جانتے ہیں۔ پرامن اور سنجیدہ آدمیوں کو کمزور کا لقب دیتے ہیں۔ غرضیکہ دنیا میں کوئی ہی نیک اور شریف آدمی ہوگا جس کو بد خصلت لوگ کسی نہ کسی طرح سے متہم نہیں کرتے۔

برعکس اس کے مہاپرشوں کی قابلیت اس دنیا میں ایسی ہی اذیتیں

برداشت کرنے سے اور ایسے ہی موقعوں پر پرکھی جاتی ہیں۔ اس دنیا میں وہی مہان آتمائیں شرمن بھگوان کہلانے کی مستحق ہوتی ہیں جو اپنی زندگی عزت اور شان کی پرواہ اپنے کرموں کا خاتمہ کرنے تعلق میں نہیں کرتیں۔ ان کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد سچا گیان حاصل کرنا ہوتا ہے اور اسکی تعلیم وہ دنیا والوں کو بڑے صبر سے دیتے ہیں۔ وہ اپنے جانی سے جانی دشمن کو بھی نہایت اچھے دوست کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ تمام برائیاں، بدعنوانیاں شرارتیں اور بے انصافیاں بزدلوں کا ہتھیار ہوتی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ نیک چلنی شیریں کلامی، نکوکاری اور انصاف کے اوصاف اختیار کرتی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ایسی مہان آتمائیں ہی نسل انسانی کی شان ہوتی ہیں۔ اور ان کے اندر ہی ہر بات کا کمال پایا جاتا ہے۔

بھگوان مہاویر سوامی کے اندر تمام متذکرہ بالا اوصاف موجود تھے اور اس لئے ان کے ہمعصروں نے مہاویر کا جو لقب ان کو دیا تھا۔ وہ بالکل موزوں تھا۔ بھگوان مہاویر میں اتنی آتمک شکتی تھی۔ کہ اگر وہ چاہتے تو جو مصیبتیں ان کو دی جا رہی تھیں۔ وہ ایک منٹ کے اندر دور ہو جاتیں۔ یا ملک ایندر دیوتا خود بخود ہی ان کو نابود کر دیتے۔ اگر بھگوان کا ذرا بھی خیال اس بات کا ہوتا۔ لیکن بھگوان مہاویر قانون قدرت کو توڑنا نہ چاہتے تھے اور حقیقتاً کوئی بھی مہان آتما ایسا کرنے کا خیال نہیں کرتی۔

بھگوان مہاویر اپنے مخالفوں کو اس بات کی اجازت دیتے تھے۔ کہ وہ ان کو دکھ دیکر اپنا سکھ یا اپنی خوشی حاصل کریں۔ انہوں نے اپنے دشمن کو ایذا پہنچانا یا اس کو نیست و نابود کرنا سیکھا ہی نہ تھا۔ علاوہ ازیں بھگوان مہاویر کرم کی فلاسفی کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے ناممکن تھا۔ کہ جو قرض انہوں نے کرموں کا دینا ہے۔ اس کی ادائیگی کے بغیر ایک قدم بھی آگے رکھتے جو تکالیف ان کو دی جا رہی تھیں۔ ان کی وجہ سے وہ اپنے دل میں

بڑے خوش تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ ہر قسم کی مصیبیں برداشت کرتے ہوئے اور اس طرح کرموں کا بیج تک بھی ناش کر کے ہی ابدی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس وقت ہی کیول گیان کی پراپتی ہوتی ہے۔

بھگوان مہاویر نے وہ تمام اذیتیں ہو سنگم دیوتا نے ان کو پہنچائیں برداشت کرتے چلے گئے۔ وہ اس بات کو بخوبی محسوس کرتے تھے کہ ان تمام دکھوں کا باعث ان کے سابقہ کرم ہیں۔ اس واسطے انہوں نے تو اپنے جسم کے متعلق خیال کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور اسی وجہ سے دکھ اور سکھ کے جذبات ان پر کوئی اثر نہ ڈال سکتے تھے۔ جسم کا موہ ہی حقیقتاً تمام علائق کا باعث ہوتا ہے۔ جو آدمی ہر وقت اپنے جسم کا ہی دھیان رکھتا ہے وہ حقیقی بردباری حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اس کے حاصل کئے بغیر آج تک کوئی انسان نروان نہیں پا سکا۔ یہی وجہ ہے کہ بردبار لوگ دکھوں کو دکھ نہیں سمجھتے۔ وہ ان کو عارضی اور فانی جان کر بڑے شوق سے برداشت کرتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو کہ اپنی اندریوں پر قابو نہیں پا سکتے اور ساتھ ہی بڑے بے صبرے ہوتے ہیں ان پر اگر مصیبت آ جائے۔ تو پژمردگی چھا جاتی ہے اور اس طرح سے وہ اپنی زندگی بالکل تباہ کر لیتے ہیں۔

زندگی کے مشکل ترین مسئلے اُن لوگوں کے لئے نہایت سہل بن جاتے ہیں جو کہ بردبار اور دلیر ہوتے ہیں۔ لیکن وہی مسئلے اُن لوگوں کیلئے ناقابل حل ہو جاتے ہیں۔ جو کہ کمزور دل اور بے صبرے ہوتے ہیں۔ اس لئے رُوحانی سلطنت کی خوشی پانے کے متعلق بردبار لوگ ہی ہوتے ہیں اور غیر بردبار لوگ غلامی جنم مرن کے چکر اور آفتوں کے گہرے کنوؤں میں سڑتے ہیں۔ بردبار لوگ ہی بہادر ہوتے ہیں اور ادھیر نہیش ڈرپوک اور بزدل ہوتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ دھیر پرش ہی ہر طرح مکمل انسان ہوتے ہیں اور ادھیر نامکمل قسمت کا بوجھا تو ہر ایک کو اُٹھانا ہوتا ہے لیکن یہ صرف دھیر اور نیاگی پرش

ہی ہوتے ہیں۔ جو اس بوجھ سے خالی ہی پا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس دُنیا کے دُکھ سُکھ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ لیکن ادھیر پرش بجائے اس بوجھ کے ہلکا کرنے کے اِسے اور بھی بھاری بنا لیتے ہیں۔

سچے دھیر اور راسخ الاعتقاد پُرش خیال کرتے ہیں کہ جو بھی پرانی اس دُنیا میں پیدا ہوا ہے اسے ہمیشہ دُکھ اور سُکھ باری باری آتے رہتے ہیں اور اس لئے وہ ان جذبات سے متاثر نہیں ہوتے۔ کوئی جیو بھی ہمیشہ کے لئے نہ تو سُکھی رہ سکتا ہے اور نہ ہی ہمیشہ کے لئے دُکھی۔ اس لئے دُکھوں کے آنے پر نراش ہونا اور سُکھوں کے آنے پر ناچنے لگنا ایک غیر قدرتی اور نادانی کی بات ہے۔ سُکھ اور دُکھ تو جیو کے پیچھے لگے ہی رہتے ہیں۔ چاہے وہ کہیں جائے بلکہ وہ تو ہر ایک پرانی کے جنم کے وقت سے ہی موجود ہوتے ہیں۔ جو بھی انسان قدرت کے اس معمہ کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے تمام دنیاوی تعلقات کو توڑ کر دھیرتا اور سہن شکتی کی پناہ لیتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے پیچھے پیچھے ہی خوشی دوڑی پھرتی ہے اور جن کو ساری دُنیا کی ناری اپنے ہاتھوں سے جے مالا پہناتی ہے ایسے ہی لوگ دُنیا میں پوجے جاتے ہیں۔ اور وہی پاک دامن اور پاکیزہ عمل متقی کہلاتے ہیں۔

یہ مہان آتمائیں اچھی طرح سے جانتی ہیں۔ کہ ان کا سب سے بڑا وصف یعنی سہن شکتی کی آزمائش بجائے سُکھ کے دُکھ میں زیادہ اچھی طرح ہوتی ہے اگرچہ یہ قدرتی بات ہے کہ انسان مصیبتوں کے آنے پر اپنے فرض اور دھرم کی راہ سے پھسل جاتا ہے۔ لیکن راسخ العزم اور بُردبار لوگ فرض اور دھرم کی راہ پر مستقل مزاجی سے چلتے رہتے ہیں۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ دنیاوی عیش ونشاط سے آج تک کسی کو سچا سُکھ حاصل نہیں ہوا۔ ہر ایک انسان پر رنج وغم اور مصیبتیں کم و بیش آتی ہی رہتی ہیں۔ پھر بھی معمولی انسان ان سے شب و روز خائف رہتا ہے۔ کیا یہ روحانی کمزوری نہیں ہے؟ مہان آتماؤں کا ہی

شیوہ بے خوفی کا ہوتا ہے ۔ وہی دُنیا میں بلا دھڑک گھومتے ہیں۔ دیکھنے میں وہ بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی امتیازی نشان نہیں ہوتا یعنی نہ تو ان کے سر پر کوئی تاج ہوتا ہے نہ ہی سینگ ۔ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح ہوتے ہیں یعنی اُن کے بھی دو ہی ہاتھ دو ہی پاؤں اور ہماری طرح کم و بیش ۳½ ہاتھ کا جسم ہوتا ہے ۔ اگر کوئی فرق ہوتا ہے تو یہ کہ وہ لوگ تمام قسم کی مصیبتوں تکلیفوں اور آفتوں کو شانتی سے برداشت کر سکتے ہیں جبکہ ہم اس کے ناقابل ہوتے ہیں وہ وقت یا بیوقت آنے والے تمام دُکھوں کو اپنے کرموں کا پھل ہی جانتے ہیں اور اس لئے اُن سب کو بڑی خوشی سے برداشت کرتے ہیں اور ساتھ ہی دکھ دینے والے سے بدلہ لینے کا خیال تک بھی دل میں نہیں لاتے ۔ یہی وصف ہے کہ جو اُن کو ہمیشہ کے لئے قابل پرستش بنا دیتا ہے ۔

بھگوان مہاویر کی جماعت کے آدمی دنیا کو اپنے آدرش کرموں سے یہ بات سکھاتے تھے کہ سابقہ کرموں کا پھل بھوگنے میں کسی قسم کی گھبراہٹ یا رنج نہ ہونا چاہیئے ۔ اس لئے وہ عزم مصمم سے ہر ایک مصیبت کو خوش آمدید کہتے ہوئے خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں ۔ اگر ہم بھی اس طریق پر چلیں تو اپنے مکتی مارگ کے تمام کرم بندھنوں کی بیڑیوں کو توڑ کر پھینک سکتے ہیں ۔ اس طرح سے ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں ۔ اسی طریقے سے ہی ہماری تمام مصیبتیں اور تکلیفیں خود بخود ختم ہو جائینگی یاد رکھئے کہ صبر کا ثمر ہمیشہ شیریں ہوتا ہے اسی لئے کہا ہے

ع۔ صبر گرچہ تلخ است ولے ثمر شیریں دارد

لیکن اگر انتقام کا جذبہ اذیت پہنچنے پر ہمارے دل میں آجاتا ہے ۔ اور اگر اسی جذبہ کو دل میں رکھتے ہوئے ہم اتفاقاً اس دنیا سے چل بسے ہیں تو یقین جانیئے کہ اس کی سزا کسی آئندہ جنم میں بھگتنی پڑے گی ۔ اور اگر اس وقت بھی اپنا سدھار نہ کیا تو کرموں کا خاتمہ کسی خاص غیر معمولی نیکی کا کام کئے بغیر نہ ہو سکے گا ۔ اور اس طرح سے ہمارا مستقبل تاریک بن جائیگا ۔ مصیبتیں سفاکی اور سنگدلی کا

پیش خیمہ ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ آتی ہیں۔ اس لئے قوت برداشت کے بغیر ان کو ٹھیک طور پر جھیلنا ناممکن ہوتا ہے۔ بزدل اور غیر بردبار آدمی مصیبتوں کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں اور جلدی ہی اپنی اس زندگی سے ناامید ہو جاتے ہیں۔ جو زندگی کہ ایک پرانی ماتر یعنی چیونٹی سے لیکر دیوتا تک کو اتنی عزیز ہوتی ہے لیکن قوت برداشت رکھنے والے دھیر اور شانت لگ آنے والی رکاوٹوں سے بے نیاز ہو کر ہمیشہ اپنا مقصد حیات ہی اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ ان کا تو عقیدہ ہی یہ ہوتا ہے کہ یا تو اپنی منزل مقصود پر پہنچنا ہے اور یا زندگی کو ختم کر دینا ہے۔ بغیر اپنا مقصد حاصل کئے جینا لاحاصل ہے۔ اسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ اپنی ترقی کی راہ پر بے دھڑک اور بے پروا ہو کر چلے جاتے ہیں۔ وہ دائیں بائیں کبھی نہیں دیکھتے۔ نہ سامنے آنے والی رکاوٹوں سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ ادھر ادھر کی دنیاوی لذتیں جو ان کی توجہ کو ہٹانا چاہتی ہیں۔ انکی طرف سے تو وہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور راہ میں آنیوالی مخالفتوں اور آزمائشوں کا مقابلہ کر کے ان پر مردانہ وار فتح پاتے ہوئے منزل بہ منزل مارتے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہوتی ہے کہ یہ ان کی راسخ الاعتقادی۔ راسخ العزمی اور مستقل مزاجی ہی ان سب رکاوٹوں کو پار کرنے میں مدد دیتی ہے اور ان سب کو زیر کرتے ہوئے وہ اپنی منزل پر جا پہنچتے ہیں۔ حالت یہ ہوتی ہے کہ ان کی دلیری ان کی شجاعت ان کی اولوالعزمی۔ ان کی لاغرضی اور ان کی آتمک شکتی کے سامنے دکھ اور مصیبتیں خود کانپنے لگ جاتی ہیں۔ خود آفتیں حیران و ششدر رہ جاتی ہیں۔ کہ ہمیں کس پہاڑ کی چٹان سے واسطہ پڑا گیا ہے۔ مصیبتیں خود شرمندہ اور خائف ہو کر دور ہو جاتی ہیں۔ ایسی مہان آتماؤں کی تیج اگنی سے اُپ سرگ خود خوفزدہ ہو کر خود کشی کرنے پر یعنی اپنا گلا آپ ہی گھونٹنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور دکھ ہمیشہ کے لئے سرد پڑ جاتے ہیں۔

لہٰذا اگر ہم دکھوں کے سمندر سے پار ہونا چاہتے ہیں تو اس کا واحد طریقہ

یہ ہے وقت برداشت اور دھیرتا کے جہاز میں سوار ہو کر شانتی اور حوصلہ کے چپو لگاتے چلے جائیں۔ آج تک دنیا نے کوئی ایسا انسان پیدا نہیں کیا کہ جو اس جہاز کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے دکھ ساگر کو عبور کر گیا ہو۔ یہ امر بھی بھول نہ جانا چاہیئے کہ سابقہ جنموں میں کئے ہوئے کرموں کا پھل بہر حال بھوگنا پڑیگا تو کیوں نہ یہ قرض ہنسی خوشی اور کشادہ پیشانی سے ادا کیا جائے چوں چرا یا اوں ہوں کرنے سے کیا فائدہ؟ وصول تو ہر حالت میں ہوتا ہے اپ سرگ روپی قارق اس کو بہر حال ایک ایک پائی ایک ایک چھدام ہم سے وصول کرینگے۔ ادائیگی کے بغیر چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں تو واجب یہی ہے شان اسی میں ہے کہ انسان خود بخود اسے ادا کرے۔ بیشک کار لائے خیر۔ فیاضانہ سلوک۔ دیا اور رحم کے بھاو ہمیں مدد دیتے ہیں لیکن اگر با وجود ہمارے خیرات کرنے۔ دان دینے کے اگر اُپ سرگ ہم پہ بدلتے ہیں تو اس وقت یہ پچھتاوا نہ لگنا چاہیئے۔ نہ ہی ہم کو یہ خیال آنے چاہیئیں کہ ہا! ہم نے دان بھی کیا، برت بھی کئے۔ تپ بھی کئے تو بھی دکھوں نے ہمیں آن دبوچا ہمارے دان پُن اور تپ ان کو دور نہ کر سکے۔ یہ شکایت کبھی نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ اُپ سرگ یا دکھ جب بھی جس حالت میں جہاں بھی جس شکل میں اور جس طرف سے بھی آئیں وہ برداشت کرنے چاہیئیں۔ اور ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

۱۔ خوشی خوشی برداشت کئے جائیں، چہرے پر بل نہ آئے۔

۲۔ اسے اپنے ہی کرموں کا پھل سمجھ کر کسی اور طرف سے نہ سمجھنے چاہیئیں۔

۳۔ دکھ دینے والے کے لئے جذبۂ انتقام پیدا نہ ہو۔

۴۔ دکھ دینے والے کے خلاف اظہار ناراضگی نہ ہو۔

اس بارہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی کاریہ کارن کے بغیر نہیں ہوتا۔ کوئی معلول علت کے بغیر نہیں ہوتا۔ جو بھی اُپ سرگ آتے ہیں

وہ بلاوجہ نہیں آتے۔ ان کی تہہ میں ہمارے سابقہ جنموں کے اپنے ہی کرم ہوتے ہیں۔ کہہ نہیں سکتے کہ ہمارا کونسا تپ اور ہماری کونسی کوشش ان کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہو؟ اس لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی خود ضبطی اور قوت برداشت کو ہاتھ سے نہ دیتے ہوئے تیرتھنکروں اور دوسرے مہاپرشوں کے نقشِ قدم پر گامزن رہیں۔ یہی طریقہ ہم کو آفتوں اور بدبختیوں کے بھنور سے بے خوف رکھ سکتا ہے اور ہماری نروان اور کیول گیان کی منزل تک رسائی کرا سکتا ہے۔ کوئی ایک بھی ذی روح یا جیو اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ کہ جو دکھوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہا ہو۔ کم و بیش سبھی ان کی زد میں آجاتے ہیں۔ ان کے چنگل میں پھنستے ہیں۔ تو جب یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی پرانی دکھوں سے بچ نہیں سکتا۔ تو پھر یہ چیخ و پکار کیوں؟ یہ بزدلی کیوں؟ یہ اضطرار اور اضطراب کیوں؟ یہ سراسیمگی اور یہ پریشانی کیوں؟ یہ بے صبری اور یہ اتاولاپن کیوں؟ اس کا کیا فائدہ۔ اس سے کیا حاصل؟ اس کا کیا نتیجہ؟ سوائے اس کے کہ ہم اپنے دکھوں کے دورے کو اور بڑھائیں۔ اور تو کچھ نتیجہ نہیں ہوتا۔ کرموں کا خاتمہ تو ان کے پھل کا بھگتان کر کے ہی ہو سکتا ہے لیکن اگر ہم اپنی نادانی اور بے سمجھی سے صبر اور شانتی کو ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں تو جہاں ہم اپنے دکھ کو بڑھاتے ہیں وہاں اوروں کے لئے بھی دکھ کا موجب بنتے ہیں۔ ہمارے لئے واجب تو یہ ہے کہ ہم خود دھیرج کر اپنے لواحقین اپنے احباب اور دیگر اپنے تعلق میں آنے والوں سب کو حوصلہ دیں۔ ان کی ڈھارس بندھائیں۔ کیونکہ ہونہار ٹل نہیں سکتی خواہ ہم لاکھ پردوں میں سینکڑوں قلعوں میں چھپ کر بیٹھیں۔ گیانی اور اگیانی پرشوں میں فرق یہی اتنا ہوتا ہے کہ گیانی پرش تو بیماری۔ بڑھاپا۔ دکھ اور مرتیو کو اپنے کرموں کا پھل سمجھ کر شانتی سے انہیں برداشت کر لیتا ہے

لیکن اگیانی پُرش اُن سے بچنے کے لئے چیخ دُپکار اور آہ و زاری کرکے اُن کے صدمے کو اور زیادہ بڑھا لیتا ہے۔ اِسی لئے تو کہا ہے۔ کہ موت۔ بڑھاپا اور مصیبتیں ہر ایک انسان پر نازل ہوتی ہیں۔ گیانی پُرش اُنہیں برداشت کر لیتا ہے۔ اگیانی منہ پھیلا کر لیٹ جاتا ہے کہا بھی ہے

بھلو بُرو جو آت ہے کاٹ لیت ہیں دوئے
گیانی کاٹے ہنس کر اگیانی کاٹے روئے

صبر کو ہاتھ سے دینا یا دوسروں سے مدد کی امید باندھنا دونوں باتیں دُکھ کی شدّت کو اور زیادہ کرتی ہیں۔ یاد رکھیئے کہ دوسروں پر بھروسہ کرنے سے بڑھکر اور کوئی آفت نہیں۔ دُوسروں کے پاؤں پڑنا اور اُن سے امید لگانا بجائے خُود ایک بڑی بھاری حماقت اور آفت ہے جس کا نتیجہ صفر محض ہوتا ہے یہ فرض کر لینا ایک خُوش فہمی ہے سہل انگاری ہے بلکہ کم فہمی ہے کہ پچھلے جنموں کے کرم بغیر بھوگے ختم ہو سکتے ہیں یا بغیر کرم کیئے اُن کا پھل آکر لاگو ہوتا ہے۔ یہ دونو باتیں غلط ہیں۔ کئے ہُوئے کرم سے تو چھٹکارا نہیں، اور بن کئے کا خوف نہیں۔ یہی کرم مرم ہے۔ یہی اِس کا بھید ہے۔ یہی اِس کا اصول ہے اِس اصول میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں۔ اِس کرم کے اصول کو نہ تو انسان نہ دیوتا نہ ہی خود ایشور بدل سکتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ جو کرم ہم نے کسی جنم میں نہیں کیا۔ اِس کا پھل ہمیں ہرگز نہیں بھوگنا پڑتا۔ اور جو کر چکے ہیں وہ پیچھا نہیں چھوڑتا جب تک اپنا پھل نہ دیدے۔

بھگوان مہاویر کو پوری آگاہی تھی۔ پُورا علم تھا کہ جو دُکھ اُنکو سنگم دیوتا دے رہا ہے۔ وہ اُس کی اپنی اُپج نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سارے اپسرگ اُن کے اپنے ہی کرموں کا پھل ہیں۔ اِس لئے بھگوان نے نہ تو سنگم دیوتا کے راستہ میں رکاوٹ ڈالی نہ ہی اپنی آتمک شکتیوں سے اُن دُکھوں کو زائل کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ سنگم اِن تمام دُکھوں کے دینے کا

ذمہ وار نہیں۔ ناظرین یہ خیال کرتے ہونگے کہ سنگم بھگوان مہادیر کو اذیتیں پہنچا رہا ہے۔ لیکن بھگوان کے خیال کے مطابق وہ اُن کا دوست تھا کیونکہ اُن کے کیول گیان کی منزل کو نزدیک ترین لا رہا تھا۔ اگر بھگوان مہادیر سنگم کو اُس کی سفاکی اور اُس کی جابرانہ کاروائی کے لئے ادلے کا بدلہ دیتے تو سنسار کے شانتی سمندر میں تلاطم پیدا ہوتا۔ شانتی کے وایو منڈل میں طوفان آجاتا۔

قانونِ قدرت تو اٹل ہے۔ اُس کے وایو منڈل میں لہریں اُٹھ نہیں سکتیں اگر کوئی اپنی نادانی یا جہالت سے ایسی لہریں پیدا کرتا ہے تو قدرت ان کو شانت کرنے کے لئے اور وسائل اختیار کرتی ہے۔ اگر بھگوان مہادیر سنگم کا مقابلہ کر کے اس کی طرف سے آنے والے دُکھوں کو پرے ہٹا دیتے تو بھگوان کے کرموں کا پھل دینے کے لئے سنگم سے بھی اور کوئی زبردست ہستی آکر ان کرموں کا بھگتان کراتی۔ اور قدرت اُن لہروں کو ختم کر کے توازن اور یکسانیت پیدا کرتی۔ لیکن بھگوان مہادیر ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ تو جلد از جلد بھگتان کرنے کے خواہش مند تھے۔

اِندر اس بات سے باخبر تھا۔ کہ بھگوان مہادیر کو سنگم دیوتا اپنے اُپ سرگوں سے ستا رہا تھا۔ اور اندر ان دُکھوں کو ایک منٹ میں دور کر سکتا تھا۔ اُسے بھگوان کو اذیتیں پہنچتے دیکھ کر بھی بڑا دُکھ ہو رہا تھا کیونکہ اُسے بھگوان سے سچا پریم تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ بھگوان کی خواہش کے بغیر وہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کرم کے متعلق جو بھگوان مہادیر کے وچار تھے۔ اِندر انہیں اچھی طرح جانتا تھا۔ اُسے یہ بھی خبر تھی کہ اگر وہ اُن دُکھوں کو دُور کر دیگا تو بھگوان مہادیر کی سہن شکتی کی کوئی شان نہیں رہے گی۔ اور یہ بات ہمیشہ قُدرت کے خلاف تھی۔ اب قدرت خود بھگوان پر اتنے دُکھوں کی بوچھاڑ پڑتے ہوئے دیکھ کر شرم اور رنج محسوس کرنے لگی۔ اس کا دل رحم سے

پگھل گیا۔ جس طرح سے ایک لوہار لوہے کو بھٹی میں بار بار ڈال کر پگھلا کر اسے فولاد بنا تا ہے۔ اسی طرح قدرت بھگوان مہادیو کو مختلف قسم کی آزمائشوں اور آفتوں میں ڈال کر اس کی آتما کی ساری تاریکی دور کر رہی تھی۔ اور اس کے باطنی اوصاف کو جلا دے رہی تھی قدرت یہ محسوس کرتی تھی کہ یہی وہ آتما ہے جس کے ذریعہ وہ دنیا والوں کے واسطے برکتیں اور روحانی سرور کا چشمہ پیدا کر سکتی ہے۔

آؤ ذرا سنگم دیوتا کے ان اپ سرگوں کے متعلق انسانی طبع کے لطیف پہلو پر غور کریں۔ سنگم دیوتا نے جسمانی تکالیف سے اپنا حملہ شروع کیا اور جوں جوں وہ اپنی کوششوں میں ناکامیاب رہا۔ اتنا ہی زیادہ وہ طیش میں آکر زیادہ تندی اور جوش سے اور بھی سخت مصائب کی بوچھاڑ کرنے لگا۔ اس نے بھگوان پر نہایت بے رحمی اور سفاکی سے حملے کئے اور وہ ہتھیار برتے کہ جو ایک دشمن کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن وہ سراسر ناکام رہا۔ آخر کار وہ بہت عاجز آ گیا۔ اور جوش میں آکر اس نے لوہے کا ایک بھاری گولہ بھگوان پر پھینکا۔ بھگوان مہادیو نہ تو کبھی ڈرالی تھے اور نہ ہی کچا تاگا۔ کہ جو ذرا سے ہاتھ لگنے سے بھی ٹوٹ جاتے۔ بلکہ وہ تو ایک سچے دیر تھے۔ گولے کا حملہ بھی ناکام رہا۔ اور اب سنگم کے دکھوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اگرچہ سنگم اب بالکل تھک چکا تھا۔ اور اس کے طیش تندی، حیرانی اور جوش بھی سب ختم ہو چکے تھے۔ پھر بھی اس نے بس نہیں کی۔ چنانچہ اس نے اب اپنا طریقہ بدل لیا۔ اور دوسری طرح کے اپ سرگ دینے شروع کئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنگم انسانی فطرت کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اور اس نے انسانی کمزوریوں کا پوری طرح جائزہ لیا ہوا تھا اور مطالعہ کیا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جہاں جانے سے شہ زور سے شہ زور، بہادر سے بہادر اور دلیر سے دلیر آدمی بھی جو کہ ساتھ ہی خوشخلقی جیسے اوصاف سے بھی متصف ہو ڈر جاتا ہے اور جہاں وہ آدمی

جو شیروں کے سینہ میں گھاؤ لگا سکتا ہے اور جو اُن کو بھیڑوں کی طرح اپنے قابو میں کر سکتا ہے وہ بھی موم کی طرح پگھل سکتا ہے وہ منظر بھگوان کے سامنے لانا چاہیئے۔ اِن سارے اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سنگم نے اپنی دانائی اور چالاکی سے بھگوان مہاویر پر بڑی ہوشیاری سے دوسری قسم کا وار کیا جس کی تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

جو وسائل اُس نے اس دفعہ استعمال کئے ان میں کوئی جبر و تشدد نہیں تھا لیکن وہ اُن سابقہ سفاکانہ حملوں سے کم خطرناک اور کم مہلک نہیں تھے۔ وہ اُن سونے کے کٹوروں کی مانند تھے کہ جو باہر سے تو چمکنے والے ہوں۔ لیکن اندر اُن کے زہر بھرا ہو۔ سنگم دیوتا نے اپنی سفاکی تدابیر کو ناکام پاکر اب اُس نے بھگوان مہاویر کے نفسِ امارہ کو بھڑکانا شروع کیا۔ اُس نے ایسی مایا رچی کہ بھگوان مہاویر کے پاس ہی موسم بہار کا منظر دکھائی دینے لگا۔ اور اُس کے اندر وہ تمام سامان پیدا کر دیئے۔ جو انسان کی نفسانی خواہشات کو چمکا دیں۔ کوئلیں کوکو کرنے لگیں۔ گویا وہ اس حلقہ میں کام دیو کی تشریف آوری پر خوش آمدید کے گیت گا رہی ہوں۔ کلیاں کھلنے لگیں۔ پھول مہکنے لگے اور وہ تمام علاقہ خوشبو سے معطر ہو گیا۔ جو چیز وہاں موجود تھی اُس میں دلفریبی اور دلکشی کے سامان موجود ہو گئے۔ خوبصورت پری جمال لڑکیاں جو کہ جوانی کے عالم میں حُسن کی پتلیاں تھیں اور انسانی نگاہ کو کھینچنے کے لئے بڑے تیکھے تیر چلا سکتی تھیں مستی کے نشہ میں سرشار ہوئی سینکڑوں کی تعداد میں بھگوان مہاویر کے سامنے آموجود ہوئیں۔

جبکہ موسم بہار اپنے پورے جوبن پر تھا۔ وہ نوجوان لڑکیاں جن کے تیکھے اور بانکے نین محبت کے بے پناہ تیر پھینک رہے تھے اور جن پر جوانی اور حُسن کا پورا عالم تھا۔ اور جن کے پیٹ پر نہایت خوبصورت تین تین بل پڑتے تھے۔ اور جن کے رخساروں میں گوناگوں دلفریبی کا شہد بھرا ہوا تھا وہ

بھگوان کے اِرد گرد آ کر حلقہ بنا کر کھڑی ہو گئیں اور اپنی مختلف حرکات و سکنات سے اپنا جال پھیلانے لگیں۔ انہوں نے نئے نئے انداز سے اپنی طرف بھگوان مہاویر کی توجہ کھینچنی چاہی۔ مثلاً انہوں نے کئی قسم کی خر مستیاں کئی طرح کے اشارے، ہاؤ بھاؤ، ناز و نخرے بھگوان کے دِل کو للچانے کے لئے کئے حتّٰی کہ انہوں نے اپنے جسم سے سارا لباس اُتار کر مکمل عُریانی کا نقشہ پیش کیا۔ اپنی زُلفوں کو عجیب طرح سے پھیلایا۔ جو کہ بڑی لمبی نرم اور کالی ناگن جیسی سیاہ تھیں۔ ساتھ ہی انہوں نے نہایت سُریلی دلکش اور من موہنی آواز سے گیت گائے کہ جن سے مضبوط سے مضبوط دِل والا متقی اور پرہیزگار آدمی ڈگمگا جائے۔ بعض نے تو اتنی بے حیائی دکھائی کہ اپنی عُریانی کی حالت میں ہی بھگوان سے آ کر لپٹ گئیں۔ وہ چندر مکھی کنواریاں عجیب عجیب طرح کے دل لبھانے والے ناچ ناچنے لگیں۔ اُن میں سے بعض نے نہایت شیریں کلامی سے گفتگو کی۔ بعض نے پان بیڑا تیار کر کے بھگوان کو پیش کیا۔ بعض نے نہایت خوشبودار پھولوں کے ہار پہنائے۔ اور بعض نے عطر اور پھلیل کی شیشیاں بھگوان پر اُنڈیل دیں۔ اور بعض نے اپنی زلفوں اور دیگر کئی اعضا کو نہایت خوشبودار کلیوں سے آراستہ کیا تاکہ کسی طرح سے کوئی نہ کوئی چیز بھگوان کے دِل کو اپنی طرف کھینچ لے۔ لیکن دھنیہ ہو بھگوان مہاویر اِن ساری کوششوں کا نتیجہ اُلٹا ہی نکلا۔ بولو جینی شری بھگوان مہاویر سوامی کی جے!

یہ اَپ سرگوں کا طوفان بھگوان کے دل پہ ذرا بھی اثر نہ کر سکا۔ کیونکہ انہوں نے تو مکمل ویراگ، پوری پوری خود ضبطی، غیر معمولی ریاضت، بلند خیالی اور روحانی عروج کا عہد لیا ہُوا تھا۔ لہٰذا یہ کنواریاں اپنی ناکامی سے بڑی نادم ہوئیں۔ برعکس اِس کے بھگوان کے مندرجہ بالا اوصاف کا اُن کنواریوں پر یہ اثر ہُوا کہ اُن کے دِل میں احترام اور تعظیم کے جذبات اُمڈ آئے وہ

آپس میں کہنے لگیں کہ یہ انسان جو مردوں میں ایک شیر ہے اسکی خود ضبطی قابل ستائش ہے اس نے تو دیوکنیاؤں کی طرف ذرا دھیان تک نہیں کیا اگرچہ وہ اپنی جوانی حسن وجمال کے اندر لاثانی ہیں۔ اور جنہوں نے نہایت دلفریب طور سے اپنا شرنگار کیا ہوا ہے۔ یہ مہاپرش تو مہلک سے مہلک ضربات سے بھی متاثر نہیں ہوا۔ یہ صحیح اسم بامسمےٰ مہاویر ہے اس روئے زمین پر ایک سچا طاقتور بہادر ہے۔ یہ پونترتا کا اوتار ہے اور دھرم کی مورتی ہے۔ یہ انسانی جماعت کی شان ہے اور موکش کا ستون ہے۔ یہ سنتوں کا رہبر ہے اور انسانی شکل کے اندر قدرتی نور کا ایک پتلا ہے۔ یہ مہاپرش تو اس دنیاوی مایا کو ایک تنکے کی مانند سمجھتا ہے اور اسی لئے اُسے اپنے حواس پر اور اپنے نفس پر اسقدر ضبط ہے حقیقتاً یہ بہادر اور شہرۂ دہر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مہاپرش کی دیا سے اس دنیا میں شانتی اور سکھ کا راجیہ ہو جائیگا۔ ایسا خیال کرتی ہوئیں وہ سورگ کنیائیں بھگوان کے سامنے بڑی عاجزی سے سربسجود ہوئیں اور چپکے سے مایوسی کی حالت میں اپنے اپنے مقام کو لوٹ گئیں

اس جگہ یہ بات دھیان رکھنے کے قابل ہے کہ خواہش، غصہ، غرور اور حرص وغیرہ کے دشمن ہمیشہ آتما پر غالب آنا چاہتے ہیں۔ ان تمام میں سے خواہش یا ترشنا سب سے پیش پیش ہوتی ہے۔ کیونکہ شاستروں نے اس کامنا کو نفس کی آگ کا لقب دیا ہے حقیقتاً اس کے شعلے دہکتی ہوئی آگ کے سرفلک شعلوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اور زہر سے بھی زیادہ مہلک ہوتے ہیں معدودے چند خوش بخت ہستیوں کے علاوہ کوئی بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ یہ کامنا یا ترشنا ہی انسان کے زوال، اس کی گراوٹ، اور اس کی پستی کا موجب بنتی ہے۔ اگر اس خواہش کی رَو بیرونی ہو یعنی اگر وہ دنیاوی عیش ونشاط کی شکل اختیار کرلے۔

تو وہ تو انسان کے زیادہ سے زیادہ تنزل اور مکمل بربادی وتباہی کا باعث بنتی ہے
اگرچہ سنگم دیوتا کی تمام تدابیر اور اس کے تمام ہتھیار اور اس کی تمام طاقت ناکام رہی تھی۔ پھر بھی وہ اپنے دل سے بغض دکینہ کے جذبات کو دور نہ کر سکا تھا۔ وہ بار بار اپنی دیوی شکتی کو دھکارتا تھا۔ کہ جو زمین پر رہنے والے ایک انسان کے ضعف عاجز آ گئی۔ وہ اپنے آپ کو بھی پھٹکار رہا تھا۔ اور کہتا تھا۔ میں دیوتاؤں میں جاکر کیا منہ دکھاؤں گا؟ مجھے تو اپنی دیوی شکتیوں پر بڑا ناز تھا۔ لیکن وہ ساری کی ساری انسانی طاقتوں کے ساتھ جنگ آزما ہو کر ہار مان چکی ہیں۔ اب میں اپنے مقام پر شرم مایوسی اور نراشتا کا پتلا بنکر جاؤں گا۔ میں نے اس انسان کو پورے چھ مہینے تک بڑی سے بڑی اذیت دی ہے۔ لیکن کتنی حیرانی کی بات ہے۔ کہ اس غیر معمولی انسان نے میری تمام کوششوں کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ اچھا ایک دفعہ اور کوشش کر دیکھوں۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اس دفعہ میں ضرور اپنی کوشش میں کامیاب ہوں گا۔ یہ خیال کر کے سنگم دیوتا نے باوجود دیوتا ہونے کے پھر بھگوان مہاویر کو دکھ دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یعنی اس نے ظلم و تعدی کی حد کر دی۔

سابقہ اُپ سرگوں کے وقت بھگوان مہابیر چھ مہینے کے تپ میں لگے ہوئے تھے جونہی وہ تپسیا ختم ہوئی سنگم دیوتا نے نئے سرے سے اور اُپ سرگ بھیجے شروع کئے۔ برت پارن کرنے کے لئے بھگوان مہاویر جس گاؤں گوکل کے اندر گئے اس کے سارے کھانے اور پینے کی چیزوں کو ناپاک کر دیا۔ اگرچہ بھگوان مہاویر کو یہ بخوبی علم تھا کہ یہ ساری شرارت سنگم کی ہے لیکن بھگوان نے اس کے خلاف غصہ یا انتقام یا نفرت کا ذرا بھی خیال اپنے دل میں پیدا نہ کیا جب سنگم دیوتا نے دیکھا کہ کھانے اور پینے کے

عدم سے بھی بھگوان مہاویر کی شانتی اور دھیریہ میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ اور اُس کے دل میں ذرا بھی کسی قسم کی مخالف لہر پیدا نہیں ہوئی۔ نہ اُن کے عزم میں کوئی تزلزل آیا۔ تو اُس کو بھگوان مہاویر کی غیر معمولی روحانی طاقت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اب اُسے کچھ خوف سا معلوم ہونے لگا۔ وہ گھبراہٹ میں پڑ گیا۔ اس کا تمام گھمنڈ اور حوصلہ شرمندگی اور مایوسی کی شکل میں بدل گیا۔ اُسے اندر دیوتا کی بات کا اب یقین آ گیا۔ کیونکہ اس نے ان تمام آزمائشوں کے بعد بھگوان مہاویر کے اندر اوصاف حسنہ اس سے بھی زیادہ پائے جو کہ اندر دیوتا نے بیان کئے تھے۔

اب اُسے پورا یقین ہو گیا کہ بھگوان مہاویر انسان کی شکل میں دُنیا کو نجات دلانے کے لئے ایک رحمت بن کر آیا ہے۔ آخر کار اُس سے نہ رہا گیا۔ اور وہ دوڑ کر بھگوان کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اپنی ساری نادانیوں اور قصوروں کی معافی چاہی۔ بھگوان مہاویر نے بھی اُس کو اپنا خیر خواہ اور بہی خواہ جان کر فی الفور معاف کر دیا۔ اس کے بعد سنگم دیوتا نے بھگوان کی بڑی ستوتی کی اور اپنے مقام پر لوٹ گیا۔

بعض شاستروں میں ایک دو اور واقعات سنگم کے ظلم اور سفاکی کے لکھے ہیں۔ وہ بھی یہاں درج کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ لکھا ہے۔ کہ ایک وقت بھگوان توسلی گاؤں کے باغ میں دھیان میں مگن کھڑے تھے کہ رات کے وقت سنگم نے سادھو کا روپ بنا کر ایک گھر میں سیندھ لگائی جب وہ پکڑا گیا اور اس پر مار پڑنے لگی تو وہ کہنے لگا مجھے مت مارو میں تو اپنے گورو کے حکم سے چوری کرنے آیا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا ارے تیرا گورو کہاں ہے؟ تو اُس نے بتایا کہ وہ باغ میں کھڑا ہے۔ لوگ اس کے ساتھ باغ میں گئے اور بھگوان پر حملہ کیا۔ اور اُنہیں باندھ کر شہر میں لے جانے ہی لگے تھے کہ بھوتل نامی ایک اندر جال تک وہاں آپہنچا

وہ آپ کو جانتا تھا آپ کی شناخت دیکر اس نے گاؤں والوں سے چھڑا دیا۔
اب لوگ اس بھلے سادھو کی تلاش کرنے لگے تو اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اس
سے ان بھگوان کی بے گناہی کا پورا پورا یقین ہوگیا اور معافی مانگنے لگے
توسلی سے بھگوان موسلی گاؤں کو گئے۔ اور وہاں ایک باغ میں دھیان
اوستھا میں کھڑے ہوگئے۔ وہاں بھی سنگم نے آپ پر چوری کا الزام لگوا کر مقدمہ
چلوایا جس سے آپ پکڑے جا کر راجہ کے سامنے لے جائے گئے دربار میں
راجہ سدھارتھ کا ایک دوست سما گدھ نامی بیٹھا تھا۔ وہ بھگوان کو
دیکھتے ہی پہچان گیا اور اپنی شناخت دیکر بھگوان کو چھڑا دیا۔
پھر وہاں سے بھگوان دوبارہ توسلی واپس آگئے۔ اس وقت سنگم نے
آپ کے پاس کچھ آلات نقب زنی رکھ دئے۔ اُن کو دیکھ کر لوگوں نے
آپ کو چور سمجھ کر پکڑ لیا۔ اور شناخت طلب کی لیکن انہوں نے نہ تو کوئی جواب
دیا۔ اور نہ ہی شناخت دے سکے اس پر اس سردار اور اس کے صلاح
کاروں کو یقین ہوگیا کہ بلا شبہ یہ کوئی سادھو کے بھیس میں چور ہے۔ انہوں نے
آپ کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آپ کو پھانسی کے تختے پر چڑھا
دیا گیا۔ اور گلے میں رسی ڈال کر تختہ کھینچا گیا تو لکھا ہے کہ وہ پھانسی کا
سامان سب ٹوٹ پھوٹ گیا۔ دوبارہ کرنے پر بھی وہی حال ہوا۔ اس طرح
سات بار آپ کے گلے میں پھانسی ڈالی گئی۔ اور وہ سات بار ہی ٹوٹ
گئی۔ اس واقعہ سے سب سرکاری افسران حیران و پریشان رہ گئے اور پھر
اصلی حالات معلوم ہو جانے پر انہوں نے بھگوان کو باعزت بری کر دیا۔
اور معافی کے خواستگار ہوئے۔
توسلی سے بھگوان سدھارتھ پور گئے اور یہاں بھی چوری کے الزام میں
پکڑے گئے۔ مگر کوشک نامی گھوڑوں کے ایک تاجر کے شناخت دینے پر
آپ کو چھوڑ دیا گیا۔ وہاں سے بھگوان برج گرام یعنی گوکل پہنچے یہی وہ دن

تھا کہ جس دن جیسا کہ اُوپر بیان ہوا ہے ۔ سنگم نے وہاں کی کھانے پینے کی چیزوں کو ناپاک کر دیا تھا ۔ تاکہ بھگوان اپنے اُپواس کا پارنا نہ کر سکیں ۔
جب سنگم دیوتا بھگوان مہاویر سے رخصت ہو کر واپس دیو پوری میں پہنچا تو اندر دیوتا اُس سے بڑا ناراض ہوا ۔ اُس نے دیوتاؤں کی منڈلی میں کہا کہ مَیں نے خاموشی اس لئے رکھی ۔ کیونکہ بھگوان مہاویر اوروں سے مدد لینا نہ چاہتے تھے ۔ ورنہ اس دیوتا کی مجال نہ تھی کہ متواتر چھ ماہ تک بھگوان کو دُکھ دیتا رہا ۔ مگر مَیں اسے حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ اِس سبھا سے نکل جائے ۔ اِتنا کہہ کر اندر نے سنگم کو دیو سبھا سے فوراً باہر نکال دیا ۔
بھگوان مہاویر کی تپسیا کا کتنا اُونچا آدرش تھا ۔ بڑی سے بڑی آفتیں آنے پر بھی وہ کبھی نہیں گھبرائے ۔ اِس دُنیا کے عیش و نشاط اُنہیں کبھی اپنی طرف نہیں کھینچ سکے نہ ہی کرودھ، خوف اور نفرت وغیرہ کے جذبات اُن پر کبھی غلبہ پا سکے ۔ اُن کی قوتِ ارادی اِتنی مضبوط تھی کہ وہ ہمیشہ مستقل مزاج رہتے تھے اور وہ اِس دُنیا کے لوگوں کے سامنے اُونچے سے اُونچے ۔ اور آسان سے آسان آدرش پیش کرتے تھے ۔
سنگم جب ہار مان کر دیو پوری کو چلا گیا ۔ تو بھگوان مہاویر پھر گوکل گرام میں گئے اور وہاں ایک گوپی وتسا نامی کے گھر سے پوتر بھوجن ادجل لیکر اپنے برت کا پارن کیا ۔ اِن اُپسرگوں اور دوسری قسم کے دُکھوں کو جو کہ بڑے سے بڑے سادھوؤں، مہاتماؤں اور بہادروں کے دل کو بھی ہلا دینے والے تھے ۔ بھگوان مہاویر نے سب کو برداشت کیا ۔ اور اپنی مضبوط قوتِ ارادی سے غالب آ کر پھر اپنا وِہار شروع کیا ۔ اور اُس جگہ سے چلے گئے ۔

گیارہواں چوماسہ ویشالی میں

پیدھان سے چل کر بھگوان مہاویر الہبکا ستو سے تامبکا اور شراوستی کے وہار میں اپنی ہمتا کو اصل کرتے ہوئے ویشالی میں پہنچے۔ یہاں آکر انہوں نے ایک تپ چار مہینے سے زیادہ عرصے کا شروع کیا۔ اور اس نگر میں اپنا گیارہواں چوماسہ گذارا۔ اس شہر میں ایک دھارمک سجن جیرن سیٹھ نامی رہتے تھے۔ انقلاب دہر اور قسمت کے پھیر سے اس کی ساری جائیداد ضائع ہو چکی تھی۔ اور اس لئے اسکی ناداری کے باعث اس کا نام دلوالیہ ساہوکار پڑ گیا تھا۔ ایک دن وہ باغ میں گیا۔ جہاں بھگوان مہاویر ایک کونے میں دھیان کی حالت میں کھڑے تھے۔ روحانی جلال جو کہ ان کے چہرے سے ٹپک رہا تھا۔ ان کے جسم پہ جو نشانات تھے اور دیگر کئی علامات سے اس سجن نے بھانپ لیا کہ ہو نہ ہو۔ یہ کوئی آخری تیرتھنکر ہے جونہی اس نے شردھا کے بھاؤ سے بھگوان مہاویر کو دیکھا تو وہ اپنے تمام تفکرات اور رنج وغم بھول گیا۔ اُس نے بڑی انکساری سے بھگوان کو پرنام کیا۔ لیکن اُسے جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ بھگوان کوئی تپ کر رہے ہیں۔ اُس کے دل میں خیال اُٹھا کہ کیا اچھا ہو۔ اگر اس برت کے پارن کرنے کے لئے وہ میرے گھر سے بھوجن لیں اسی اُمید کو دل میں رکھتے ہوئے وہ روزانہ متواتر چار مہینے تک بھگوان کے پاس چکر لگاتا تھا۔ جب تپسیا پوری ہو گئی تو وہ اپنے مکان پر بھگوان کی تشریف آوری کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن قسمت نے اُسے دھوکا دے دیا۔ کیونکہ بھگوان بجائے اُس کے گھر جانے کے شہر کے ایک اور دولت مند آدمی پورن بھدر کے مکان پر چلے گئے۔ اگرچہ جیرن سیٹھ کو اس بات کا حسد تو نہ ہوا۔ لیکن وہ اپنی قسمت کو کوسنے لگا۔ اور کئی طریقوں سے اپنے آپ کو